مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان
ہفت روزہ

ختمِ نبوّت

کراچی

انسان کا سب سے
بڑا دشمن اس کا پیٹ ہے
حضرت علی رضؓ

جلد ۲

۱۱ تا ۱۷ صفر
۱۴۰۴

۱۹ تا ۲۵ نومبر
۱۹۸۳ء

خصائل نبوی
برشمائل ترمذی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن کا ذکر

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حدثنا قتیبۃ بن سعد حدثنا عبد العزیز بن محمد عن سہیل ابن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضا من ثور اقط ثم راٰہ اکل من کتف شاۃ ثم صلی ولم یتوضا۔

۲۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ پنیر کا ایک ٹکڑا نوش فرما کر وضو فرماتے دیکھا اور ایک دفعہ دیکھا کہ بکری کا شانہ نوش فرمایا اور وضو نہیں فرمائی۔

فائدہ: ابتدائے اسلام میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر کے ٹکڑے جس زمانہ میں وضو فرمایا ہو وہ زمانہ آگ سے پکی ہوئی چیزوں سے وضو ٹوٹ جانے کا زمانہ ہو۔ یا کسی اور وجہ سے وضو فرمایا ہو۔ مثلاً وضو پر وضو کا ارادہ فرمایا ہو یا پہلا وضو کسی اور وجہ سے جاتا رہا ہو۔ لیکن حضرت ابو ہریرہ کے طرز بیان سے یہی مقصد معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو کرتے تھے اس لئے پنیر کے نوش فرمانے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ بعد میں یہ حکم باقی نہ رہا اسی لئے بکری کا گوشت نوش فرما کر وضو نہیں کیا

۲۶ حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفین بن عیینۃ عن وائل بن داؤد عن ابنہ و سو بکر بن وائل عن الزھری عن انس بن مالک قال اولم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صفیۃ بتمر وسویق۔

۲۶ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ کھجور اور ستو سے فرمایا تھا۔

فائدہ: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت ہارون علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں۔ محرم ۷ھ ہجری میں جنگ خیبر میں باندی بن کر آئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما کر نکاح فرمایا اور سفر ہی میں ان کا ولیمہ ہوا۔ ولیمہ میں کیا چیز تھی اس میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔ بعض میں حیس جو ایک قسم کا حلوا ہے اس کا ولیمہ وارد ہوا ہے۔ بعض میں پنیر بھی آیا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ چونکہ سفر کا موقعہ تھا۔ جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور خاص مخلصین کے پاس موجود تھا سب ولیمہ میں شریک کر دیا۔

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

زیر سرپرستی
حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم
سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

مدیر مسئول
عبدالرحمن یعقوب باوا

مجلس ادارت
مفتی احمد الرحمان
مولانا محمد یوسف لدھیانوی
ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر
مولانا بدیع الزمان
مولانا منظور احمد الحسینی

مینجر
علی اصغر چشتی صابری، ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی

فی پرچہ ۱۔ ڈیڑھ روپیہ

بدل اشتراک

سالانہ	۶۰ روپیہ
ششماہی	۳۵ روپیہ
سہ ماہی	۲۰ روپیہ

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۱۰ روپیہ
کویت، اومان، شارجہ دوبئی، اردن اور شام	۲۴۵ روپیہ
یورپ	۲۹۵ روپیہ
آسٹریلیا، امریکہ، کنیڈا	۲۷۰ روپیہ
افریقہ	۲۱۰ روپیہ
افغانستان، ہندوستان	۱۶۵ روپیہ

رابطہ دفتر
دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ پرانی نمائش کراچی

ناشر:۔ عبدالرحمن یعقوب باوا
طابع:۔ کلیم الحسن نقوی انجمن پریس کراچی
مقام اشاعت:۔ ۲۰/A سائٹ ویفیئر ایم اے جناح روڈ، کراچی

فہرست

۱۔ ... حضرت شیخ الحدیث ... ۲
۲۔ بعثت انبیاء
حضرت مولانا محمد سمیع الحق صاحب ۴
۳۔ عجائبات مرزا
حضرت مولانا لال حسین اختر ۶
۴۔ فکر و نظر کا افسوسناک انقلاب
مولانا عبدالرشید محمد گنگوہی ۸
۵۔ محبوب خدا ۱۱
۶۔ رجاء کی حقیقت
مولانا محمد فاروق صاحب ۱۳
۷۔ آپ کے مسائل کا جواب
مولانا محمد یوسف لدھیانوی ۱۵
۸۔ تحریک آزادی اور ہمارے اکابر
حافظ محمد امین صاحب ۱۸
۹۔ دعا کی حقیقت
حضرت مولانا محمد فاروق صاحب ۲۰
... صابری
جلد ۲ ... شمارہ ۲۳

کتابت
محمد عبدالستار واحدی
غلام یٰسین تبسم

[illegible] — ختم نبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

قادیانیت کا ناسور

حق و باطل کی کشمکش تاریخ اقوام و ملل کا ایک مسلسل عمل ہے ہمارے ہاں دیگر فرق باطلہ کی طرح قادیانیت بھی ایک ایسی تحریک ہے جو اپنے آغاز سے "چراغ مصطفویؐ" سے ستیزہ کار رہی ہے۔ امت مسلمہ کے خلاف متواتر ریشہ دوانیوں کے سلسلہ میں ۲۹ر مئی ۱۹۷۴ء کو ربوے اسٹیشن کا حادثہ پیش آیا۔ مسلمانوں کا پیمانہ صبر جو لبریز ہو چکا تھا۔ چھلک پڑا۔ جو آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی بھڑک اٹھی اور ۱۹۷۴ء کی عظیم تحریک ختم نبوت کی شکل میں قادیانیوں کو بھسم کر گئی اور امت نے آئینی طور پر بھی جسدِ ملت کے اس ناسور کو کاٹ کر الگ کر دیا۔ تب سے لے کر اب تک قادیانی پاکستان میں ختم نبوت کے نام لیواؤں سے انتقام اور دل آزاری کا کوئی علانیہ یا در پردہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

ان دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان سیالکوٹ کے ایک مبلغ مولانا محمد اسلم قریشی کی گمشدگی کا مسئلہ دینی حلقوں کے تشویش و اضطراب میں دن بدن اضافہ کرتا جا رہا ہے۔ ۲۰ر فروری کو اغوا ہونے والے اس مبلغ ختم نبوت کو آج سو دن پورے ہونے کو ہیں۔ مگر ان کی زندگی یا موت کے بارہ میں حکومت کوئی سراغ لگانے میں ناکام رہی ہے اس معاملہ کی نزاکت اس وجہ سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ اسی مولانا اسلم قریشی پر مرزائی "شاہی خاندان" کے ایک اہم اور بین الاقوامی مہرے جناب ایم ایم احمد پر قاتلانہ حملے کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا تھا۔ اور وہ سزا یاب بھی ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ بظاہر ایک گمنام اور غیر معروف مبلغ کو اتنا عرصہ تک رُوپوش رکھا جا سکتا ہے اور ایسے منظم منصوبے کے ساتھ کہ حکومت اپنی ساری مشینری کے ساتھ تاحال بے بس ہے تو یہ اسی "مرزائی ٹولے" ہی کی بڑے پیمانہ پر انتقامی کاروائی ہی ہو سکتی ہے اگر یہ انتقام نہیں ہے تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مرزائیوں کا ایک "ٹیسٹ" اور وہ ایک بار پھر مسلمانوں کی حمیت اور غیرت کو آزمانا چاہتے ہیں۔

مگر ایسا لگتا ہے کہ ۲۹ر مئی ۱۹۷۴ء سے قبل کی حکومتوں کی طرح موجودہ حکومت کو بھی اس مسئلہ کی نزاکت و اہمیت کا پورا احساس نہیں اور اگر ایسا ہے تو یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہوگی۔ ہر فتنہ اوّلاً ایک چنگاری ہوتی ہے۔ پھر طوفان بلاخیز بن جاتا ہے۔ صاف بات ہے کہ جب مجلس تحفظ ختم نبوت اور ملک کی دیگر جماعتیں

اور تنظیمیں اس مسئلہ میں مرزائیوں کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر کو شامل تفتیش کرنے کا مطالبہ کر رہی ہیں تو ملک کا کون سا ایسا آئین اور قانون ہے جس نے نبی آخر الزمان ﷺ کے ان باغیوں کو تحفظ دے رکھا ہے۔ مولانا اسلم قریشی کا مسئلہ ان کے اغواء ہونے کے جلد ہی بعد ہم لوگوں نے وفاقی مجلس شوریٰ کے فروری کے اختتامی اجلاس میں تحریک التواء کی صورت میں اٹھایا۔ اس وقت وزیر داخلہ نے کہا کہ حکومت اس معاملہ میں پوری تندہی سے تفتیش کر رہی ہے خود صدر محترم بھی اس بارہ میں ایسے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ لیکن اگر مارشل لاء جیسے بااختیار نظام حکومت میں ایک مذہبی شخص کا معمہ حل نہیں ہو سکتا۔ تو پھر کوئی بھی اپنی حفاظت و امان کی خیر نہیں منا سکے گا۔ پچھلے دور ظلم و ستم میں سیاسی اغواء ہوا کرتے تھے۔ موجودہ حکومت کا دامن ان شرمناک دھبوں سے پاک رہا۔ لیکن ان "مذہبی اغواء" کے تدارک و تلافی میں اگر حکومت ناکام رہی تو اس کے سامنے پچھلے سارے سیاسی داغ دھبے ماند پڑ جائیں گے۔

۱۹۷۳ء کے آئین میں متفقہ ترمیم کے ذریعہ غیر مسلم قرار پانے والے قادیانی جماعت کی سرگرمیاں افراد و اشخاص تک محدود نہیں بلکہ وہ اپنے خفیہ کارندوں کے ذریعہ جو سرکاری شعبوں میں مار آستین کی طرح مصروف کار رہتی ہے۔ اور وقفے وقفے سے ڈنگ مار کر حکومت اور عام مسلمانوں کی بے چینی اور اضطراب کا سامان مہیا کرتی رہتی ہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے تعطل یا تنسیخ کے آرڈیننس میں قادیانیت سے متعلق ترامیم کو سبوتاژ کرنے کی خفیہ سازش سے پوری قوم تلملا اٹھی۔ تو وہ خوش قسمتی تھی کہ صدر پاکستان نے اسے اپنے فرمان مجریہ ۱۹۸۲ء کے ذریعہ زیادہ جاندار اور مؤثر طور پر تحفظ دیا۔ پھر پاسپورٹ کے فارموں میں ایسی ہی خفیہ ڈنڈی ماری گئی ——— اور اب خبر آئی ہے کہ وفاقی وزارت خزانہ کے ایک سرکلر میں بنکوں کے ان کھاتے داروں کو زکوٰۃ کی کٹوتی سے مستثنیٰ کر دینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ جو "قادیانی مسلم" یا "احمدی مسلم" ہونے کے حلفیہ بیانات داخل کرائیں۔ مسلمانوں کی یہ حیرت اور استعجاب بالکل بجا ہے کہ ایک سرکاری سرکلر میں "قادیانی مسلم" یا "احمدی مسلم" کی اصطلاح کو آخر شرارت یا حماقت یا جہالت کو کون سی قسم پر محمول کیا جائے۔ اس نہایت قابل اعتراض اور ناقابل برداشت جسارت کی کوئی تاویل بھی کی جائے۔ تو کس طرح؟ آخر مسلمانوں کے ساتھ اور حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان ختم نبوت کے ساتھ یہ کھیل اور آنکھ مچولی کب تک جاری رہے گی؟ ہونا تو یہ تھا کہ آئینی ترمیم کے تحت فوری قانون سازی کی جاتی۔ اسلامی اصطلاحات و شعائر اسلامی ناموں اور امتیازات و تشخصات کو استعمال کرنے پر سخت ترین تعزیری سزائیں مقرر کر دی جاتیں۔ مگر اس کی بجائے وقفہ وقفہ سے سرکار والا تبار سے منسلکہ ادارے انھیں "مسلمان" ہونے کے تمغوں سے نوازتے رہے۔ ٹی وی پر ایک سائل پوچھتا ہے۔ کہ نوبل انعام یافتہ "مسلمان سائنسدان" کون ہے؟ جواب میں اس مسلمانی کا قالب قادیانیوں کے نفس ناطقہ ڈاکٹر عبد السلام پر فٹ کرا لیا جاتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلق عالم اسلام کے مسلمان سائنسدانوں کا سیمینار ہوتا ہے۔ تو ان مسلمان سائنسدانوں کو خصوصی بریفنگ دینے ان کی پذیرائی اور رہنمائی کے لئے ملت اسلامیہ پاکستان سے جو "مسلمان" سائنسدان پیش پیش رہتا ہے۔ اس کا نام ہوتا ہے "عبد السلام" قادیانی۔ الغرض بنکوں کے نام سرکلر میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی کارستانی نہیں مگر معاملہ ہے ایسے درپردہ قادیانی اور ان کے بھائی بند دینی حس سے عاری مسلمان کہلانے والے اہل کاروں کو بے نقاب کرنے اور ان کو عبرتناک سزا دینے کا جب تک ایسا نہ ہوگا۔ ملت مسلمہ کے زخموں پر نمک پاشی کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

بشکریہ ماہنامہ الحق (مئی)

عجائبات مرزا

حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر رحمۃ اللہ علیہ

مرزائیت کوئی مذہب نہیں۔ مذہب کی توہین ہے۔ یہ اسلام کا ترجمان نہیں۔ اسلام کا مضحکہ ہے۔ مرزا صاحب کی تعلیمات۔ آپ کے ارشادات۔ آپ پر نازل شدہ نام نہاد وحی و الہامات۔ پھر یہ عجائبات اور پھر ان سب پر یہ مستزاد کہ مجھے نہ ماننے والا کافر، مشرک اور ولدالزنا۔ کنجرزادے ہوگئے نہ مرد۔ کیا یہ انسانیت سے تمسخر نہیں۔ درحقیقت مرزا صاحب نے دنیا کو بدھو بنایا ہے اور سچ فرمایا ہے۔ رئیس الاحرار حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ نے کہ "جب تک قوم بدھو ہے ہم ان کی کمائی سے روٹی کھاتے رہیں گے۔ اور جب قوم سیانی ہو جائے گی اور تم سب بیرسٹر اور وزیر اعظم بن جاؤ گے تو پھر میں نبوت کا دعویٰ کروں گا۔ اور تم سے اور زیادہ لے کر کھاتا پیتا رہوں گا۔ کاش ہمارے 'احمدی' دوست مرزا صاحب کے ارشادات کو بغور پڑھیں اور اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کریں۔ کیونکہ یہ دین کا سوال ہے اور اسی پر آخرت کی نجات کا مدار ہے۔

مرغ، بلی اور چوہا

مرزا غلام احمد قادیانی تحریر فرماتے ہیں: "دیکھا چند آدمی سامنے ہیں۔ ایک چادر میں کوئی شے ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ آپ لے لیں۔ دیکھا تو اس میں چند مرغ ہیں اور ایک بکرا ہے۔ میں ان مرغوں کو اٹھا کر اور سر سے اونچا کر کے لے چلا تاکہ کوئی بلی وغیرہ نہ پڑے۔ راستہ میں ایک بلی ملی۔ جس کے منہ میں کوئی شے مثل چوہا ہے۔ مگر اس بلی نے اس طرف توجہ نہیں کی اور میں ان مرغوں کو محفوظ لے کر گھر پہنچ گیا ہے۔"

(البدر نمبر ۱ جلد ۱، ۱۹۰۵ء و مکاشفات ص۴۳)

مرزا صاحب کے الہام کنندہ نے 'بلی' کو چوہے کی خواب کی ضرب المثل سچ کر دکھائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہادر اور خوفناک قسم کی بلی تھی کہ جس سے مرزا جی کے بکرے تک کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ خلیفہ قادیان اور امت مرزائیہ کو چاہیئے کہ آئندہ ربوہ کے سالانہ جلسہ میں اس بلی کے لئے ہدیہ تشکر کی قرارداد منظور کریں۔ کہ اس بلی نے مرغوں، بکرے اور خود مرزا صاحب کی طرف توجہ نہ کی۔ اگر وہ حملہ آور ہوتی تو مرغوں بکرے اور خود جناب نبوت مآب کی خیر نہ تھی۔ ط

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

مُرغی کا الہام

مرزا غلام احمد صاحب ارشاد فرماتے ہیں :۔

"رویا ، دیکھا کہ ایک دیوار پر ایک مرغی ہے وہ کچھ بولتی ہے ۔ سب فقرات یاد نہیں رہے مگر آخری فقرہ جو مجھے یاد رہا ، یہ ہے ان کنتم مسلمین اس کے بعد بیداری ہوئی ۔ یہ خیال تھا کہ مرغی نے یہ کیا الفاظ بولے ہیں پھر الہام ہوا ۔ انفقوا فی سبیل اللہ ان کنتم مسلمین (بدر جلد ۲ نمبر ا ۱۹۰۶ء مکاشفات صفحہ ۳۶)

مرزائیو ! شکر کرو کہ تمہارے "مسیح موعود" کی روانی بلی کو اس الہام کرنے والی مرغی کا علم نہیں ہوا ۔ اگر اسے پتہ چل جاتا تو وہ اس مرغی کو معہ الہام بغیر ڈکارے ہضم کر جاتی ۔ لگے ہاتھ اتنا تو بتاؤ کہ جب مرزا جی کو سب فقرات یاد نہ رہے تو فرشتے کے لائے ہوئے الہام کس طرح یاد رہتے ہوں گے ؟

سوٗر کا الہام

میر محمد اسمٰعیل صاحب قادیانی لکھتے ہیں :۔

" ایک جاہل شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتا تھا ۔ اس پر ایک دن الہام کا چھینٹا بہ برکت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑ گیا ۔ وہ سور تھا ۔ اسے الہام ہوا کہ اٹھو اور سویرا نماز پڑھو !"

(اخبار الفضل قادیان ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ)

ٹھیک ہے ۔ جیسی روح ویسے فرشتے ۔ جیسے قادیانیوں کے مسیح موعود ویسا ذکر ویسی برکت ویسا فرشتہ اور ویسا الہام ۔

این خانہ ہمہ آفتاب است !

کذّاب فرشتہ

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں :۔

" رویا ، کوئی شخص ہے ۔ اس سے میں کہتا ہوں کہ تم حساب کرو مگر وہ نہیں کرتا ۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے مٹھی بھر کر روپے مجھے دیئے ہیں ۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا جو الٰہی بخش کی طرح ہے ۔ مگر انسان نہیں فرشتہ معلوم ہوتا ہے ۔ اس نے دونوں ہاتھ روپوں کے بھر کر میری جھولی میں ڈال دیئے تو وہ اس قدر ہو گئے کہ میں ان کو گن نہیں سکتا ۔ پھر میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا ۔ میرا کوئی نام نہیں ۔ دوبارہ دریافت کرنے پر کہا کہ میرا نام ہے ٹیچی ۔"

(مکاشفات صفحہ ۴۳)

مرزا جی کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں روپے عطا کرنے والا ٹیچی فرشتہ کذاب اعظم تھا ۔ کسی عام انسان کے سامنے جھوٹ بولنا گناہِ عظیم ہے ۔ مرزائیوں کے "ظلی و بروزی نبی" کی خدمت میں کذاب بیانی کذاب اکبر کا ہی حوصلہ ہو سکتا ہے ۔ مرزا صاحب نے پہلی دفعہ اپنے محسن اعظم فرشتہ سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میرا کوئی نام نہیں مگر دوبارہ نام پوچھا تو اس نے کہا ۔ میرا نام ہے ۔ ٹیچی ۔ مرزا جی کے فرشتے نے یا پہلی دفعہ جھوٹ بولا یا دوسری دفعہ !

مرزائیو ! جس نبی کے فرشتے جھوٹے اور کذاب ہوں ۔ اس نبی کی نبوت کا کیا اعتبار ؟ سچ ہے جیسی روح ویسے فرشتے !

ضبط و ترتیب
منظور احمد الحسینی

قسط ۲

فکرونظر کا افسوسناک انقلاب

مولانا حکیم عبدالرشید صاحب محمود گنگوہی مدظلہ

پروفیسر جارڈ ایک شخص انگریز گزرا ہے۔ وہ کہتا ہے " علوم طبیعات نے ہمیں وہ قدرتیں بخشی ہیں جو دیوتاؤں کے شایان شان تھیں لیکن ہم ان کو بچوں اور وحشیوں کے دماغ سے استعمال کر رہے ہیں"۔

یہ بات جو میں نے کہی کہ وہ جانتا سب کچھ ہے مگر اتنا کچھ بھی نہیں جانتا۔ اس پر مجھے تاریخی بات یاد آئی۔ ایک دفعہ بیان کرتے وقت میری زبان سے نکلا کہ دیکھئے آپ تمام اعصار و امصار پر نظر ڈالیں تمام ازمنہ و امکنہ کو دیکھ جائیے تاریخ کے تمام اوراق کو الٹ جائیے تمام جغرافیائی حدود کو کھنگال دیکھئے تو آپ کو صاف معلوم ہوگا کہ علمی ترقی اور اخلاقی تنزل دونوں ساتھ ساتھ ہوئے ہیں۔ لوگ چونک کر میری طرف دیکھنے لگے کہ کیا کہہ رہا ہے۔ میں نے کہا چونکئے نہیں۔ میں دلیل پیش کرتا ہوں۔ دیکھئے شراب کا مضر ہونا جتنا آج انسان جانتا ہے اس سے پہلے نہیں جانتا تھا مگر وہ پہلے سے زیادہ اس کا رسیا ہے۔ چوری، جھوٹ اور خیانت جیسے مجرمانہ افعال پر اس کے انفرادی اور اجتماعی نقصانات پر ایک شخص مبسوط لیکچر دے دیگا مگر خود اس سے نہیں بچ سکے گا۔ جرائم کیوں ہوتے ہیں۔ اس کے محرکات کیا ہیں۔ یہ ایک مستقل فن بن چکا ہے۔ مگر اس فن کے ماہرین جو حکومتوں کو رپورٹیں مرتب کرکے دے چکے ہیں اور انسداد جرائم کی تدابیر بتلاتے ہیں۔ وہ خود ان جرائم میں رات دن مبتلا پکڑے جا رہے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے بداخلاق ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ اس کے پاس علم موجود نہیں۔ علم تو اس کے پاس موجود ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کا عطا کردہ وہ یقین موجود نہیں ہے کہ جس کی روشنی میں وہ اپنے علم کو استعمال کر سکے اور اپنی معلومات کو ٹھکانے لگائے۔ سلف صالحین کی یہ حالت تھی کہ کانوا یتعلمون الھدی کما یتعلمون العلم۔ جس طرح وہ حضرات علم حاصل کرتے تھے علم کا استعمال بھی سیکھتے تھے اور ان کو یقین، رسوخ کامل حاصل ہوتا تھا۔

بزرگو میں عرض کر رہا تھا۔ ایک افسوس ناک انقلاب (مذہبی حس کی کمی) ملاحظہ فرمائیے کہ اس وقت ہم مسلمانان عالم اس امت مسلمہ کے بارے میں جو نظریہ رکھتے ہیں اور اس کو جس نظر سے دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ وہ فکر و نظر کا ایک افسوس ناک انقلاب ہے۔ ہم یہ سمجھنے لگے ہیں کہ یہ امت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ یہ دنیا کی دوسری قوموں کی طرح ایک قوم ہے۔ اس میں مختلف نسلیں ہیں۔ مختلف زبانیں بولنے والے لوگ ہیں جن کے گرد مخصوص مقامی حالات

ہیں مخصوص مقامی ماحول ہے۔ اس کی طاقتیں صلاحیتیں مادی اسباب و وسائل ہر جگہ محدود ہیں۔ دو چیزیں قدر مشترک سب میں پائی جاتی ہیں ایک عقیدہ کی وحدت کہ مسلمان ہیں اور دوسرے مغرب کی دریوزہ گری، نقالی، مرعوبیت اور سیاست و معیشت میں اس پر کلی انحصار۔ دنیا کے نقشے پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو اپنی طاقتوں، مادی اسباب وسائل آمدنی، مردم شماری، فوجی قوت، ہتھیاروں کی تعداد کا جائزہ لینے بیٹھ جاتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ سامان جنگ میں ہمارا کتنا حصہ ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم پر مایوسی اور حرماں نصیبی کا احساس طاری ہو جاتا ہے اور ہم یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ بس ہم تو ذلت و پستی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور ہماری اپنی کوئی زندگی نہیں۔ ہم مغرب کے حاشیہ بردار بن کر ان کی نقالی کی کی زندگی گزار سکتے ہیں۔ ہماری قسمت یہی ہے کہ ان ممالک کے دو حریف خانوادوں کمیونسٹ بلاک اور سرمایہ دار بلاک روس اور امریکہ میں سے کسی ایک سے اپنی قسمت وابستہ کر دیں اور بس۔ یہی انداز فکر آج سارے عالم اسلام پر چھایا ہوا ہے۔ عرب و عجم ہر جگہ یہی ذہن کام کر رہا ہے مسلمان اسی طرز پر سوچنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ یہی فکر ترقی یافتہ بھی ہے بلند بھی ہے روشن خیال بھی ہے۔ رہا خدا آخرت اور مذہب کا تصور، تو یہ فرسودہ پامال تصورات ہیں کہ جن کو کسی مقصد اور عوام فریبی کے لئے بطور نعرے کے تو استعمال کیا جا سکتا ہے جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔ آپ دنیا میں دیکھ رہے ہیں کہ الٹے سیدھے نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ ورنہ کیفیت تو یہ ہے کہ:

سب رقیبوں نے رپٹ لکھوائی جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

یہ فکر تمام اسلامیان عالم میں عام ہو چکا ہے۔ کوئی قرآنی بات آپ نہ شام سے سنیں گے نہ مصر سے نہ حجاز سے نہ انڈونیشیا و ملائشیا سے، ایران سے کہئے آپ نے کسی صدر، سلطان، ارباب وحل وعقد جیسی شخصیات کے بیان میں کبھی کوئی خصوصی مذہبی بات سنی ہے کبھی "فلولا اذجاءهم بأسنا تضرعوا" کی کیفیت والی بات سنی ہے۔ کبھی "ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس" کی ذہنیت والی بات سنی ہے۔ کبھی آپ نے انبیاء کرام صحابہ کرام والے ذوق و ذہن والی بات سنی ہے، نہیں کبھی نہیں۔ یہی انداز فکر آج سارے عالم پر محیط ہے۔ سربراہان اسلام کی نشستوں میں تجاویز، پروگرام اخباری رپورٹوں، سیاست، معیشت، اقتصاد اور دفاع کے علاوہ آپ کچھ نہیں سنیں گے۔ وہاں تعلق مع اللہ ربط باللہ انابت قلوب کی بات آپ نہیں سنیں گے ہر جگہ مادہ، مادیات، اسباب، آلات، اسلحہ، فوجی اقتصادی، سماجی، معاشی و معاشرتی باتیں ہوں گی اور بس۔

دیدہ زیب اور پائیدار پلاسٹک کی گھریلو مصنوعات کے لئے
ہمارے یہاں تشریف لائیے
ہول سیلز
ڈیلر
برائٹ ٹریڈنگ ایجنسی
کھوڑی گارڈن ۔ مراد خاں روڈ ۔ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سانیو
SANYO

ایئر کنڈیشنرز۔ ریفریجریٹرز اور فریزرز

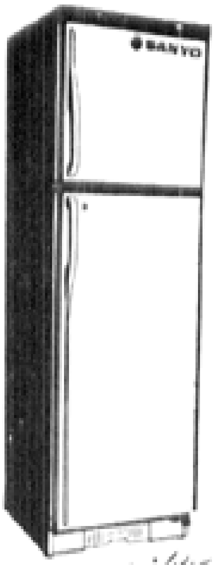

نوفراسٹ ریفریجریٹرز
نمایاں خصوصیات کے ساتھ
دو دروازے اندرونی تالے کے ساتھ
اشیاء کے ذخیرہ کرنے کی زیادہ گنجائش۔
نکاسی کے نظام کے ساتھ ایک نئی خصوصیت
دروازے پر انڈیکیٹر پائلٹ لائٹ۔
چار خوشنما رنگوں (سبز، سنہرا، بادامی
اور سفید) میں دستیاب۔
ایک سال کی مفت سروس اور
کمپریسر کی پانچ سالہ گارنٹی۔

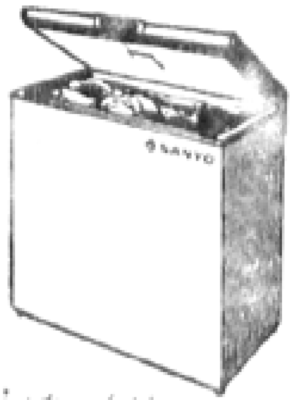

چیسٹ/اپ رائٹ فریزرز

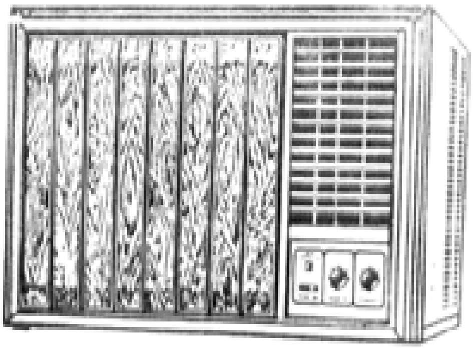

ایئر کنڈیشنرز
ٹھنڈا کرنے کی زیادہ صلاحیت، بجلی کا کم خرچ
گنجائش ہارس (۱۰،۰۰۰ بی ٹی یو/ایچ)
بے آواز کارکردگی، سروس میں اعلیٰ
بہتر کارکردگی کے لئے آٹوفلیکس سے آلات بڑی ٹیک میں بخش کی ہوتی جاتی

سانیو
کے تمام منظور شدہ ڈیلروں سے دستیاب

پاکستان میں تیار کردہ/اسمبل کردہ

کرم فرما خصوصی توجہ فرمائیں:
مندرجہ مصنوعات خریدتے وقت ورلڈ وائیڈ کمپنی کی جاری کردہ پانچ سالہ گارنٹی ضرور حاصل کریں تاکہ سروس بعد از فروخت کی مفت سہولت سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

پاکستان میں سانیو کی تمام مصنوعات کے سول ایجنٹس:
ورلڈ وائیڈ ٹریڈنگ کمپنی
(سانیو سینٹر) گارڈن روڈ - صدر، کراچی فون: (پی اے بی ایکس) ۵۵ - ۵۲۵۱۵۱ (پانچ لائنیں)
کیبل: "WORLDBEST" ٹیلیکس: 25100 WWTCO PK

786/WW-110/83

محبوبِ خدا
صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت اور بندگی کے لئے پیدا فرمایا ہے اور انہیں اپنی اطاعت کے مطابق زندگی گذارنے کے طریقے سکھانے کے لئے انبیاء کرام بر پا کئے۔ یہودیوں میں بعثت انبیاء کا ایک خصوصی سلسلہ قائم کیا گیا جس کی آخری کڑی حضرت مسیحؑ تھے۔ آپ کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ انبیائے بنی اسرائیل کی طرف منسوب کتابوں میں آنحضورؐ کی تشریف آوری اور بعثت کا بیان مختلف پیرایوں میں مندرج ہے۔ ہم ایسے چند حوالہ جات کا مطالعہ کریں گے جن سے آپؐ کا محبوب خدا ہونا مترشح ہے۔

محبوبِ خدا

پروٹسٹنٹ مسیحیوں کی بائبل میں بائیسویں اور رومن کیتھولک مسیحی فرقہ کی بائبل میں چھبیسویں نمبر پر ایک کتاب موسومہ "سلیمان کی غزل الغزلات" ہے۔ جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے۔ اسے حضرت سلیمانؑ کی تصنیف بیان کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کے باب ۵ درس ۱۰ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ان الفاظ میں مرقوم ہے:۔

"میرا محبوبؐ سرخ و سفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔ جنہیں "سرخ و سفید" کی اصطلاح میں تعبیر کیا گیا ہے۔ فتح مکہ کے وقت آپؐ کے ساتھ دس ہزار پاکباز نفوس تھے۔ تمام اصحابؓ خدا تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیاں تھیں تاہم ان میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نبوت کا امتیاز اور فضیلت نمایاں تھی۔

فتح مکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک حسین ترین موقع تھا۔ اس دن آپؐ کو اپنے اولین اور قدیم ترین دشمنوں پر مکمل غلبہ حاصل ہوا تھا۔ جس شہر سے آپؐ رات کے اندھیرے میں فقط ایک ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بے بسی کے عالم میں نکلے تھے اس روز آپؐ دس ہزار جاں نثاروں کے ایک جرار لشکر کے جرنیل کی حیثیت سے جلوہ افروز تھے۔ مفتوحین سے بدلہ لینے کی پوری طاقت ہونے کے باوجود توقعات کے بالکل برعکس آپؐ نے انہیں عام معافی سے نوازا

انبیاء کرامؑ کی تاریخ میں مذکورہ قسم کا اعزاز صرف محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی عطا ہوا تھا۔ جس کی پیشگوئی حضرت سلیمانؑ کی زبانِ مبارک سے کی گئی تھی۔ واضح ہو کہ کتب مقدسہ میں حق تعالیٰ کی طرف سے کسی بھی نبی کو "میرا محبوب" کہہ کر نہیں پکارا گیا تھا یہ رتبہ بلند جس کو ملا مل گیا

محبوبؐ کی پیش گوئی

قرآن پاک کی سورۃ فتح آیت ۲۹ کے مطابق محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اپنے چہروں کے نور اور متینانہ چال ڈھال سے لوگوں میں الگ پہچانے جاتے تھے۔ تورات اور انجیل میں ان کی ایسی ہی شان بیان کی گئی تھی۔ وفات کے وقت بنی اسرائیل کے محسن اعظم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مبارک ہونٹوں پر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مکہ کی پیش گوئی، آپؐ کے اصحابؓ کی تعریف اور قرآن پاک کی عظمت بائبل کی کتاب استثنا کے باب ۳۳ درس ۲ میں ان الفاظ میں درج ہے۔

"فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔" (اردو بائبل مطبوعہ ۱۸۷۰ء)

فاران مکہ کی ایک پہاڑی کا نام ہے۔

محبوبؐ کی زوجہ

کتاب غزل الغزلات میں محبوبؐ خدا کی شیریں زبان، غم گسار، ہمدرد، سب سے پہلے ایمان لانے والی دکھوں اور مصائب و آلام میں تسلیاں دینے والی لباس فاخرہ میں ملبوس، متمول، اولین زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ یوں لکھا ہوا ہے۔

"اے میری زوجہ تیرے ہونٹوں سے شہد ٹپکتا ہے۔ شہد و شیر تیری زبان تلے ہیں۔ تیری پوشاک کی خوشبو لبنان کی سی ہے۔"

(غزل الغزلات باب ۴ درس ۱۱)

محبوبؐ کی ادائیں

کتاب زبور میں لکھا ہے۔

"بڑے مجمع میں میری ثنا خوانی کا باعث تو ہی ہے۔ میں اس سے ڈرنے والوں کے روبرو اپنی نذریں ادا کروں گا۔ حلیم کھائیں گے اور سیر ہوں گے۔ خداوند کے طالب اس کی ستائش کریں گے تمہارا دل ابد تک زندہ ہے۔ ساری دنیا خداوند کو یاد کرے گی اور اس کی طرف رجوع لائے گی اور قوموں کے سب گھرانے تیرے حضور سجدہ کریں گے۔

(زبور ۲۲: ۲۵-۲۷)

حج کے موقع پر دنیا کے کونے کونے سے خدا تعالیٰ سے ڈرنے والے مسلمان خانہ کعبہ کی طرف رجوع لاتے اور اکٹھے ہو کر بڑے مجمع میں ثنا خوانی اور ستائش کرتے، نذریں اور نماز سجدہ ادا کرتے ہیں لوگ قربانیوں کا گوشت کھاتے اور سیر ہوتے ہیں۔

محبوبؐ کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ بائبل میں حج اور اس کی عبادات اور ان کی مقبولیت کا کیسا محبوب نقشہ کھینچا گیا ہے۔

محبوبؐ کی امت

حق تعالیٰ کے حضور محبوبؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی محبوب ہے۔ کتاب زبور باب ۳۳ درس ۲ کے مطابق:

"مبارک ہے وہ قوم جس کا خدا خداوند ہے اور وہ امت جس کو اس نے اپنی ہی میراث کے لئے برگزیدہ کیا۔"

یہاں امت مسلمہ کو مبارک کہا گیا ہے وہی خدا کی "میراث" قرآن کے لئے برگزیدہ کی گئی ہے۔

یاد رہے کہ ہیکل سلیمانی کی بربادی کی وجہ سے تورات خدا کی میراث نہیں رہی اب اس پر عمل در آمد ناممکنات سے ہے۔

رجاء کی حقیقت

مولانا محمد فاروق صاحب بیت الاشرف سکھر

قال اللہ تعالیٰ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔ الآیہ : ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔

اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لو یعلم الکافر ما عند اللہ من الرحمۃ ما قنط من جنتہ احد۔ ترجمہ: اگر کافر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حال جانے تو اس کی جنت سے نا امید نہ ہو۔

اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الایمان بین الخوف والرجاء۔ رجاء کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ (تعالیٰ) کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ بزرگوں نے یہاں تک فرمایا ہے کہ مایوسی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ آدمی جب مسلسل گناہوں میں لگا رہتا ہے اور وہ نیکیوں کا اہتمام نہیں کرتا تو رفتہ رفتہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اتنے گناہ کئے۔ اب اللہ تعالیٰ مجھے کیا معاف کریگا حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی کے گناہوں سے زمین بھر جائے اور وہ حق تعالیٰ سے توبہ کرے تو حق تعالیٰ اتنی بڑی مغفرت لے کر متوجہ ہوتے ہیں جو ساتوں آسمان و زمین سے وسیع ہوتی ہے۔

حدیث شریف ہے "سبقت رحمتی علی غضبی" کہ (حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) سبقت لے گئی ہے میری رحمت میرے غضب پر اور پھر ایک طرف تو ان کی رحمت ہے اور دوسری طرف ان کا غضب یا ایک طرف ان کی رحمت اور دوسری طرف ہمارے گناہ۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہر رکوع کے آخر یا بار بار (قرآن پاک میں) اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ انا اللہ غفور الرحیم۔ انہ یغفر الذنوب جمیعا۔ انہ ھو التواب الرحیم۔ ہمارے گناہ ان کی رحمت کے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں۔ پھر رجاء اتنا اونچا عمل ہے کہ یہ ایمان کا محافظ ہے اگر کوئی آدمی اللہ تعالیٰ سے امید نہیں لگائے گا تو اس کا ایمان خوف اور رجاء کے درمیان ہے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے امید لگائے توقع نہیں۔ توقع میں تو بے ادبی ہے اور توقع تو مخلوق کے ساتھ بھی نہ ہو۔ حدود شرعیہ میں تعلق تو ہو لیکن توقع نہ ہو۔ توقع کیوں لگاتے ہو۔ بس حدود شرعیہ میں تعلق رکھو۔"

ایمان جو ہے وہ خوف اور رجاء کے درمیان ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ " محبوب چیزوں کا (اللہ تعالیٰ کے فضل۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی جنت کا) منتظر رہے۔ اس انتظار میں رہے کہ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں گے۔ قلب کو راحت ہونا اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کی کوشش اور تدبیر کرنا رجاء ہے۔ سو جو شخص رحمت و جنت

کا ناطالب ہو اور کوشش نہ کرے تو مقام رجاء اسے حاصل نہیں۔ رحمت و مغفرت کے لئے اگر اعمال صالح کرے تو کہیں گے کہ مقام رجاء اسے حاصل ہے۔ خالی خولی امید اور نیکیوں کا اہتمام نہ ہو تو یہ دھوکے میں ہے۔ بے شک اللہ تعالے قادر ہیں۔ لیکن آپ نے ان کے اصولوں کے خلاف امید لگا رکھی ہے۔ ایک شخص تخم پاشی نہ کرے اور کھیتی کی تمنا کرے تو یہ امید خام ہے

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رجاء کے درجات میں ایک درجہ احتمالِ نجات یعنی شرط ایمان کے معنی میں آتا ہے۔ یہ فرض ہے۔ بالِ اللہ والی دولت اپنے پاس ہو اور یہاں رحمت کی امید لگائے یہ درجہ فرض ہے۔ حسن ظن اور رجاء کا تقریباً ایک ہی مطلب ہے۔ بدگمانی حرام ہے۔ گناہ کبیرہ بزرگوں نے اس کو شمار فرمایا ہے۔ کامیاب ہے وہ انسان جو اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ امیدیں لگائے عمل صالح اور توبہ استغفار کے ساتھ۔

طریق تحصیل

امیدوں کا مقام کیسے حاصل ہو؟ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عنایت اور عنایات کو یاد کرتے رہنا اور یاد ہی نہیں بلکہ سوچتے رہنا۔ آدمی اس کو یاد کرتا رہے کہ وہ کتنے غفور الرحیم ہیں کہ باوجود میری نالائقیوں کے پردہ پوشی کرتے ہیں۔ تفکر میں لگا رہے۔ انشاء اللہ مقام رجاء حاصل ہو جائے گا۔

حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ " ہم جو مقامات کی تفصیل بیان کیا کرتے ہیں وہ اخلاق حسنہ کا ایک ایک مقام اور اس کا طریق اپنانا فرض ہے" اور اللہ تعالے سے امید لگائیں گے تو لوگوں سے توقع ختم ہو جائے گی۔ پھر مزید فرمایا کہ " رجاء والے ہی کو رضا حاصل ہوتی ہے۔" تو مختصر یہ کہ آدمی اللہ تعالے سے امید لگائے اور کسی سے توقع نہ لگائے۔ اللہ تعالے کی عنایات کو سوچا کرے، جب یہ دولت حاصل ہوگی، اس کا ایمان بھی حفاظت میں آجائے گا۔ اس کا عمل بھی حفاظت میں آجائے گا۔ اللہ تعالے عقل مستقیم عطا فرمائے اور توفیق سے نوازے آمین ثم آمین۔

بقیہ:۔ آپ کے مسائل

جمعہ اجتماع ہوتا ہے یہ بدعت ہے نیز کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ منقول ہے کہ وہ اپنے دور میں ۴ مہینوں کے لیے مسلمانوں کو اللہ کے راستے میں بھیجتے تھے۔

جواب:۔ کسی مسجد کے ہفتہ وار اجتماع کو بدعت کہنا غلط ہے ہفتہ وار وعظ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ثابت ہے حضرت علیؓ کا تو میری نظر سے گذرا نہیں۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک صاحب پر جنہوں نے تین دن اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لگائے تھے یہ نکیر فرمائی تھی کہ چلہ پورا کیوں نہیں کیا نیز انہوں نے ایک حکم جاری فرمایا تھا کہ تین چلوں کے بعد لوگ ایک بار اپنے گھر ضرور آیا کریں۔ (حیاۃ الصحابہ عربی ج۲ ص۱۰۷)

بقیہ:۔ دعا کی حقیقت

ایک بار درود شریف پڑھنے سے دس رحمتیں ملتی ہیں اور وہ رحمتیں سیئات کے مٹانے کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ تو گویا درود شریف استغفار بھی ہوا۔ اللہ تعالی دعا کو آداب کے ساتھ مانگنا نصیب فرماویں اور دعا کی جتنی بھی ظاہری و باطنی قبولیتیں ہیں اللہ تعالی سب عطا فرماویں۔ (آمین ثم آمین)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

ترتیب: منظور احمد الحسینی

آپ کے مسائل کا جواب

ٹیپ ریکارڈ کی تلاوت کا حکم

سائل:۔ محمد گل نواز شورکا

سوال:۔ آپ نے ایک جگہ ٹیپ ریکارڈ سے "تلاوت سننے اور سجدۂ تلاوت کے بارے میں جواب دیا کہ "ٹیپ ریکارڈر کی "تلاوت واقعۃً "تلاوت نہیں اس سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا نہ "تلاوت کا ثواب"۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے آپ کے اس جواب پر قیاس کر کے اگر کوئی یہ کہے کہ ٹیپ ریکارڈر کا گانا واقعۃً گانا نہیں ہے اور ٹی وی کی تصویر نہیں اس لیے اس کا گناہ نہیں ہوگا تو آپ کیا ارشاد فرمائیں گے؟۔

جواب:۔ سجدۂ تلاوت یا تو "تلاوت سے واجب ہوتا ہے یا "تلاوت کے سننے سے، ٹیپ ریکارڈر پر جس نے "تلاوت کی، اس پر بھی سجدہ واجب ہوا اور جن لوگوں نے اس کی زبان سے "تلاوت سنی ان پر بھی، لیکن اس کی آواز جو ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لی گئی یہ "تلاوت نہیں۔ یہ "تلاوت کی آواز ہے اور اس آواز کا حکم شرعاً "تلاوت کا نہیں۔ مثلاً آذان ٹیپ کی گئی ہو اور اسے آذان کے وقت مسجد میں لگا دیا جائے تو اس کا حکم اذان کا نہیں ہوگا نہ اس سے اذان کی سنت ادا ہوگی۔ تراویح کی نماز میں ٹیپ شدہ قرآن سن لینے سے قرآن سننے کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔

جب یہ معلوم ہوا کہ اس آواز کا حکم "تلاوت کا نہیں تو "تلاوت کے احکام بھی اس پر مرتب نہیں ہوں گے۔ چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر سویا ہوا آدمی آیت سجدہ "تلاوت کرے اور کوئی جاگتا آدمی اس کو سن لے تو اس جاگنے والے پر بھی سجدۂ "تلاوت نہیں اسی طرح اگر کسی پرندے کو آیت سجدہ رٹا دی گئی ہو اور وہ اس آیت کو پڑھے تو سننے والے پر سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

رہا یہ شبہ کہ پھر گانے کا ریکارڈ سننے والے کو گناہ نہیں ہونا چاہیئے یہ شبہ صحیح نہیں، کیونکہ ممانعت گانے کی آواز سننے کی ہے اور گانے کی آواز یہ بھی ہے جس طرح کی "تلاوت کی آواز ہے۔ خلاصہ یہ کہ گانے اور گانے کی آواز دونوں کا ایک حکم ہے "تلاوت اور "تلاوت کی آواز کا ایک حکم نہیں۔

س:۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں آپ کا فتویٰ ریڈیو اور مذہبی پروگراموں کے متعلق کہ "جو آلات لہو و لعب کے لیے موضوع ہیں انہیں دینی مقاصد کے لیے استعمال کرنا دین کی بے حرمتی ہے"؛ قابل اعتراض ہے وہ یوں کہ کوئی ایجاد بجائے خود بری نہیں اس کا صحیح یا غلط استعمال اسے برا یا اچھا نام دلاتا ہے۔ اسی طرح اگر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو صرف دینی پروگراموں کے لیے استعمال کیا جائے تو اس میں تبلیغ کا پہلو نمایاں ہوگا۔ ہاں اگر آپ یہ جواب صادر فرماتے

کہ اس ذرائع کو لہو و لعب کے لیے استعمال کرنا ناجائز ہے تو کچھ بات بنتی۔

جواب:۔ ٹیلیویژن تو تصویر کی وجہ سے گویا نجس العین ہے۔ دینی مقاصد کے لیے اس کے استعمال کا سوال ہی خارج از بحث ہے البتہ ریڈیو ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا استعمال صحیح بھی ہو سکتا ہے غلط بھی۔ اس کا غلط استعمال حرام ہے اور جب اس کو فواحش کے لیے استعمال کیا جانے لگا تو اس آلہ فواحش کو دینی مقاصد کے لیے استعمال کرنا دین کی بے حرمتی ہے جب تک کہ اس کے غلط استعمال سے توبہ نہ کی جائے یہ بے حرمتی قائم رہے گی۔

س:۔ کچھ عرصہ پہلے ذکر بالجہر کے بارے میں آپ کا جواب کہ اگر نمازیوں کی نماز میں اس سے حرج نہ ہو تو جائز ہے؟ آپ کے ایک سابقہ جواب جو غالباً "اختلاف امت" میں چھپا ہے سراسر ٹکرا رہا ہے۔ جمہور کے لیے کون فتویٰ قابل عمل ہے؟

جواب:۔ ذکر بالجہر کے بارے میں دونوں فتویٰ اپنی جگہ صحیح ہیں ذکر بالجہر فی نفسہٖ جائز ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو "اختلاف امت" میں موانع کی حالت ذکر کی گئی ہے ان میں سے ایک یہ کہ جہر کو بذات خود ضروری یا موجب عبادت سمجھا جائے۔

س:۔ آپ کا ایک ارشاد کہ "اقامت" میں اشہد ان محمد رسول اللہ کے بعد امام اور مقتدیوں کا کھڑا ہونا ہمارے نزدیک جائز ہے؟ میرے ناقص علم کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم اقامت سے پہلے نمازیوں کی صفیں سیدھی کرایا کرتے تھے اور ایک لکڑی کے ذریعے یہ عمل فرمایا کرتے تھے۔

جواب:۔ اولیٰ و افضل تو یہی ہے کہ اقامت سے پہلے صفیں سیدھی کی جائیں لیکن "قد قامت الصلوٰۃ" تک بیٹھے رہنا بھی ناجائز نہیں البتہ اس سے تاخیر کرنا درست نہیں۔

سائل:۔ محمد یعقوب نیو چالی۔ کراچی

س:۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ آج کل جو کل مسجد میں نصب

باقی صفحہ ۱۴ پر

آج کے دور میں
ہر گھر کی ضرورت
چینی کے برتن
ھو
نفیس، خوبصورت اور خوشنما ڈیزائن چینی (پورسلین) کے اعلیٰ قسم کے برتن بناتے ہیں
استعمال میں اعلیٰ — چلنے میں دیرپا
ایک بار آزمائیے
دادا بھائی سرامک انڈسٹریز لمیٹڈ ۲۵/بی سائٹ کراچی فون ۲۹۱۴۲۹
S-I-T-E

تحریکِ آزادی اور ہمارے اکابر

حافظ محمد امین صاحب احمد پور شرقیہ

ہمیں خبر ہے کہ ہم ہیں چراغ آخر شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے

برصغیر پاک و ہند میں اسلامی نظام حیات کی بنیاد حضرت فاروق اعظمؓ کے دور میں رکھ دی گئی تھی۔ جب حکم بن عمر تغلبیؓ نے مکران کو فتح کیا، پھر عہد حضرت عثمانؓ میں سندھ کے چند علاقے فتح ہوئے۔ اس کے بعد حضرت معاویہؓ کے زمانے میں سندھ کا اکثر علاقہ فتح ہوا اور اسلامی سلطنت مشرق میں سندھ تک پھیل گئی لیکن اس کی آخری تکمیل ۷۱۱ء میں ہوئی جب محمد بن قاسم عرب سے چل کر ملتان تک پہنچا۔ مسلمانوں کی برصغیر میں آمد سے پہلے جتنی قومیں بھی یہاں داخل ہوئیں وہ آہستہ آہستہ ہندوؤں میں مدغم ہو گئیں لیکن مسلمان ایسی قوم تھی جو اپنی بلند پایہ تہذیب کی وجہ سے ہندوؤں سے افضل و برتر تھی۔ اس کا جداگانہ تشخص قائم رہا۔ اس تحریک کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں نے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس کا مقصد ہندوستان میں اسلامی نظام حیات کا قیام، مسلمانوں کی حقوق کی نگہداشت دین اسلام کی نشر و اشاعت اور وطن عزیز کی آزادی تھا۔ اس سلسلہ میں جن بزرگان دین نے کام کیا ہے ان میں شیخ اسماعیل بخاری، داتا گنج بخش، بہاء الدین زکریا، مخدوم جہانیاں گشت، لعل شہباز قلندر (خواجہ عثمان) خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ بختیار کاکی، بابا فرید شکر گنج، نظام الدین اولیاء، شاہ عبدالحق، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ ان کے فرزندان، سید احمد بریلوی ان کے دست راست شاہ اسمٰعیل شہید، ان کے مریدین علمائے پٹنہ، علمائے بہار، راجہ محل اور مالدہ کے مجاہد، بنگال میں فرائضی تحریک، تیتو میر، علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث کے نام گنوائے جا سکتے ہیں۔ حکمرانوں میں سلطان محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، خاندان غلامان، خلجی، تغلق، سادات، سوری اور مغل خاندان شامل ہیں۔ ان سب بزرگان ملت نے اسلام کی سربلندی و بہتری کے لئے جس خلوص و محبت جس شجاعت و ہمت، جس فہم و تدبر کے ساتھ کام کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی ؎

ابھی سے فصل گل کا تذکرہ کیا اے چمن والو
ابھی صیاد ہے، گل چیں ہے، برق ہے گھٹا ہے

مغلیہ دور حکومت کے آخر تک ہندوستان کے اندر رہنمایان ملت نے تحریک احیائے دین کو جاری رکھا۔ یہ بزرگان محترم ابھی اسی کام میں مصروف ہی تھے کہ ہندوستان کے سیاسی حالات نے پلٹا کھایا۔ مغلیہ حکومت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئی۔ انگریز اپنی عیارانہ چالوں اور اپنی روایتی مکاری سے کام لے کر ہندوستان کے اندر اپنی حکومت کو مضبوط بنانے میں کامیاب ہوتے چلے گئے۔ پھر یہ ہوا کہ وہی انگریز جو شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں ایک خاص اجازت نامے کے ذریعے ہندوستان کے ساحلی علاقے پر بغرض تجارت وارد ہوئے تھے۔ ہندوستان کی قسمت کے مالک بن گئے اور ہندوستان مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر انگریز کے قبضہ میں چلا گیا۔

آگ بجھنے آئی اور گھر کی مالک بن گئی

ہمارے بزرگان محترم نے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنا طریق کار بدل دیا اور یوں تحریک آزادی نے زور پکڑا۔

دورِ حیات آئیگا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تیری انتہا کے بعد

ہمارے اکابرین نے بڑی ہمت و شجاعت کے ساتھ اس میدان میں کام کیا۔ انگریزوں کے ظلم و تشدد کو برداشت کیا۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تختۂ دار پر چڑھ گئے۔ کروڑوں نے اپنے آپکو قیدو بند کی تکلیفیں برداشت کرنے کے لئے پیش کیا۔ وقت کے تقاضوں کے مطابق کام ہوتا رہا۔ کبھی سراج الدولہ آئے اور جنگ پلاسی میں انگریزوں سے نبردآزما ہوئے، کبھی سلطان حیدر علی اور سلطان ٹیپو شہید نے خون دے کر اس تحریک کو جاری رکھا۔ کبھی تحریک کی راہنمائی خود سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید نے کی، انہوں نے اپنے جذبہ ایمان سے ہند کے مسلمانوں میں ایک ولولہ تازہ پیدا کیا، پنجاب کے سکھوں سے ٹکرائے تاکہ پنجاب پر قبضہ کرکے انگریزوں سے آخری لڑائی لڑی جا سکے۔ کبھی پانچ مقدمہ ہائے سازش کے ہیرو علمائے پٹنہ مولانا احمد اللہ صادق پوری، مولانا مبارک علی، مولانا تبارک علی، علمائے انبالہ، مولانا یحیٰی علی صادق پوری، مولانا عبدالرحیم صادق پوری، قاضی میاں جان، میاں عبدالغفار، مولانا محمد جعفر تھانیسری، راجہ محل کے ابراہیم منڈل۔ مالدہ کے مولوی امیرالدین بنگال میں فرائضی تحریک کے بانی حاجی شریعت اللہ، تحریک تیتومیر کے بانی میر نثار علی نے اس تحریک کو زندہ و "پائندہ" رکھا۔ کبھی ہندوستان کے مسلمانوں کو ساتھ لے کر علمائے کرام ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں کود پڑے اور انگریزی اقتدار پر ایک قوی بھرپور وار کیا لیکن قسمت میں غلامی کے دن باقی تھے۔ یہ تحریک ظاہری طور پر ناکام ہوئی لیکن ہندوستان کے مسلمانوں میں تحریک آزادئ وطن وہ جذبہ پیدا کر گئی، جس کے بل بوتے پر ہندوستان کے مسلمانوں نے انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا ؎

روشن روش، چمن چمن، یہاں لہو وہاں لہو
بتاؤں کیا یہ حادثہ کہاں کہاں گزر گیا۔۔۔۔!

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں میں دو علمی ادارے قائم ہوئے، ایک دیوبند، دوسرا علی گڑھ۔ یہ دونوں ادارے کسی عظیم تحریک سے کم نہ تھے اور یہ دونوں تحریکیں ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک مدت تک کام کرتی رہیں۔ ان اداروں سے مسلمان رہنماؤں کی ایک پوری جماعت تیار ہوئی۔ دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی، ان کے رفیق مولانا رشید احمد گنگوہی، حافظ ضامن شہید، ان کے مربین میں تحریک ریشمی رومال کے بانی اسیر جزیرۂ مالٹا مولانا محمودالحسن ان کے شاگردان مولانا انور شاہ کاشمیری، مولانا حسین احمد مدنی، مفتی محمد کفایت اللہ، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد الیاس، مولانا منصور انصاری، مولانا احمد علی لاہوری اور شیخ الپاکستان مولانا شبیر احمد عثمانی و دیگر حضرات پیدا ہوئے۔ علی گڑھ تحریک کے بانی سر سید احمد خان، ان کے رفقاء نے علی برادران مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مسیح الملک حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر اقبال، مولوی اے کے فضل حق، شیخ عبدالمجید سندھی، عبدالصمد اچکزئی اور قائد اعظم کو متاثر کیا۔ ان ہی راہنماؤں کی قیادت میں ہندوستان کے مسلمانوں نے مارچ ۱۹۴۰ء میں پاکستان کے نام سے ایک نئی تحریک کا آغاز کیا۔ یہ تحریک نام کے لحاظ سے نئی تھی لیکن کام کے لحاظ سے پرانی تحریک تھی جس کی ابتداء مغلیہ حکومت کے دور سے شروع ہو چکی تھی کیونکہ اس تحریک کی غرض و غایت بھی ہندوستان کے اندر احیائے دین اسلام مسلمانوں کی سربلندی و سرفرازی تھا۔ یہ سب کچھ ایک لمبی داستان ہے جو بیک وقت بڑی اہم اور بڑی اندوہناک و دلخراش بھی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ داستان قربانی، خلوص، بہادری، ہمت، شجاعت اور مصائب و تکالیف سے بھی لبریز ہے ؎

زندگی قطرے کی سکھلاتی ہے اسرار حیات
یہ کبھی شبنم، کبھی قطرہ، کبھی گوہر ہوا!

۱۴ اگست کا دن ہمارے لئے اس لحاظ سے نہایت ہی اہم اور تاریخی دن ہے۔ اس دن ہندوستان کے مسلمانوں نے ہندوستان کے اندر ایک مضبوط اور مرکزی حکومت کا جو خواب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے عہد میں دیکھا تھا وہ خواب اسی دن شرمندہ تعبیر ہوا۔ اس دن ہندوستان کے مسلمانوں کی تحریکات اسلامیہ اور آزادی وطن کی تحریکات کامیابی کے ساتھ ہمکنار ہوئیں۔

اس ملک کے قیام کے لئے صرف مسلم لیگ نے جدوجہد نہیں کی بلکہ اس جدوجہد میں ہندوستان کی دیگر جماعتوں، خلافت کمیٹی، جمعیت علماء، مسلم نیشنلسٹ، مجلس احرار اسلام، خدائی خدمت گار (سرخ پوش)، شیعہ کانفرنس، خاکسار، مومن کانفرنس، مسلم مجلس، کرشک پرجا پارٹی، انجمن وطن بلوچستان، جماعت اہل حدیث کی قربانیاں بھی شامل ہیں۔ ان جماعتوں کے رہنما آزادی وطن اور علمائے دین اسلام کی تحریکوں سے وابستہ رہے اور پاکستان ان ہی بزرگوں کی ان تھک کوششوں اور قربانیوں کا نتیجہ ہے ؎

سب نے خون دیا ہے تو آئی ہے بہار
کون کہتا ہے کہ ہم شریک کار نہیں

جب پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے ہمارے بزرگوں نے اس قدر مصائب برداشت کئے۔ ظلم کے ہر وار کو مردانہ طور سہا، گھر بار لٹا کے یہ ملک بنایا۔ افسوس کہ اس پاکستان کی حفاظت ہم سے نہ ہو سکی، اپنی کوتاہی اور غفلت کی وجہ سے ایک بازو مشرقی پاکستان گنوا بیٹھے ؎

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پہ آسماں نے ہم کو دے مارا

ہماری کوتاہیوں کی تلافی اب بھی ہو سکتی ہے کہ ہم پاکستان کو صحیح معنوں اسلام کا قلعہ بنائیں اور ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ پاکستان کی حفاظت کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کریں گے۔

خدا پاکستان کو قائم و دائم رکھے۔

بقیہ: مسئلہ ختم نبوت

کا وعدہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ سے پورا ہوا تو حضرت عیسیٰؑ کی غیر حاضری کا سبب موت نہیں بلکہ رفع جسمانی الی السماء ہے اب رفع مسیح کے بعد اگر تثلیث کا عقیدہ پیدا ہوگیا ہے تو یہ کی شہادت بھی اور واقعات کے مطابق ہے اس سے کچھ بھی خرابی لازم نہیں آتی۔ نیز ما دمتُ فیہم کی بجائے مادمت حیا کیوں مذکور نہیں۔ اگر مادمت حیا ہوتا تو توفیتنی کا معنی موت میں حصر ہو جاتا۔ اب چونکہ مَادُمْتُ فِيهِمْ اس کے مقابل میں زمانہ غیر حاضری کا ہے جو بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ سے واقع ہوا اور قبل از رفع اور بعد النزول کا زمانہ مَادُمْتُ فِيهِمْ سے مفہوم ہو سکتا ہے اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ سے رفع۔ کا زمانہ

جب رفع الی السماء سے نزول تک کا زمانہ اپنی قوم سے غیر حاضری کا ہے۔ اور تثلیث کا عقیدہ قوم سے غیر حاضری کا مرزائیوں کو بھی تسلیم ہے اور چونکہ مسیح اس وقت قوم سے غیر حاضر ہیں۔ پس رفع جسمانی ثابت ہوا۔

عجلت کا نتیجہ ندامت
اور تحمل کا نتیجہ سلامت

حضرت علیؓ

مجلس ذکر

دعا کی حقیقت

حضرت مولانا محمد فاروق صاحب سکھر

احادیث معتبرہ میں دعا کے لئے مفصلہ ذیل آداب کی تعلیم فرمائی گئی ہے جن کو ملحوظ رکھ کر دعا کرنا بلاشبہ کلید کامیابی ہے اور جن کی رعایت کے بعد دعا مقبول نہ ہونا عادۃ اللہ کے خلاف ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی وقت ان تمام

یا بعض آداب کو جمع نہ کر سکے تو یہ نہیں چاہیئے کہ دعا ہی کو چھوڑ دے بلکہ دعا ہر حال میں مفید ہی مفید ہے اور ہر حال میں حق تعالیٰ سے قبول کی امید ہے۔

۱۔ وضو کرنا ۲۔ قبلہ رُخ ہونا

دوزانو بیٹھنا

دعا کے لئے دونوں ہاتھ پھیلانا۔

اخلاص اور آداب و تواضع کے ساتھ دعا کرنا۔

دعا کے اول و آخر حمد و ثنا اور درود شریف پڑھنا

حرام مال سے بچنا

اپنی محتاجی اور عاجزی کو ذکر کرنا۔

دعا کے وقت انبیاء علیہم السلام اور دوسرے مقبول بندوں کے ساتھ توسل کرنا یعنی یہ کہنا کہ یا اللہ ان بزرگوں کے طفیل سے میری دعا قبول فرما۔

ان دعاؤں کے ساتھ دعا کرنا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

رغبت و شوق اور عزم کے ساتھ دعا کرنا یعنی یوں

نہ کہے۔ کہ یا اللہ! اگر تو چاہے تو میرا کام پورا کر دے بلکہ قبول دعاء کی قوی امید رکھے کسی ناجائز چیز، گناہ اور محال چیز کی دعا نہ کرے اپنی سب حاجات صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرے اور مخلوق پر بھروسہ نہ کرے دعاء کے آخر میں آمین کہہ کر دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر دے قبولیت دعا میں جلدی نہ کرے یعنی یہ نہ کہے۔ کہ میں نے دعا کی تھی اب تک قبول کیوں نہیں ہوئی۔

اعتدال اصل طریقۂ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا و توکل کے ساتھ اسباب کی رعایت فرمائی ہے کہ نہ دعا کے بھروسہ اسباب کو چھوڑ دے اور نہ اسباب میں ایسا منہمک ہو کہ مسبب الاسباب پر نظر نہ رہے اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر ہونے کا مراقبہ کرے کہ سننے والے بھی ہیں دیکھنے والے بھی ہیں۔ شہ رگ سے قریب بھی ہیں۔ یہ ہلکا سا مراقبہ کر لینا بے حد نافع ہے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا، ایک تو یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے باغ مانگے اور دوسرا یہ کہ ایک ایک چیز (پھل) کا نام لے کر مانگے، تو فرمایا۔ تفصیل سے مانگے اور ایک ایک چیز کا نام لے لے کر مانگے، آدمی ایک ایک عضو جسمانی پر شکر کرے ایک ایک حاجت کئی کئی بار مانگے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر دعا تین بار مانگتے تھے۔ معمولی چیز بھی خدا ہی

باقی صفحہ ۱۹ پر

ملت اسلامیہ کا بین الاقوامی ہفت روزہ ... ختم نبوت

سے مانگیں اور یہ نہ سمجھیں کہ چھوٹی چیز مانگنے سے حق تعالیٰ ناخوش ہوں گے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے نزدیک ہر بڑی چیز تھوڑی ہی ہے۔ ان کے نزدیک عرش اور نمک کی ڈلی برابر ہے۔ رزق کا قسم اور سلطنت دینے میں حق تعالیٰ کے سامنے برابر ہے۔ ساری مخلوق چاہے اول و آخر کی جمع ہو جائے اور اپنی من مانی چیزیں مانگیں تو سوئی کی نوک سمندر میں ڈال کر بھگونے کے برابر بھی کمی (سمندر کے پانی میں) نہیں آتی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی دعوت کرنی چاہی۔ انسان اور جن چھ ماہ تک کھانے پکاتے رہے ساری زمین اور فضا، فرج اور تھرماس بن گئی تو عرض کیا کہ اے اللہ اب اپنی مخلوق کو بھیجئے تو حق تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ پہلے کونسی مخلوق آئے۔ کہا کہ پہلے سمندر کی مخلوق بھیج دیجئے ایک مچھلی آئی سارا پکا پکایا کھا گئی اور کہا کہ اے سلیمان (علیہ السلام) یہ تو میرا ناشتہ بھی نہیں ہوا میرا رب تو مجھے روزانہ اس سے ۔ ۔ ۔ گنا زیادہ ۔ ۔ کھلاتا ہے۔

اگر دعا میں دل نہ لگے تو دیکھو کہ دنیا میں ہمت سے کام لیتے ہو چاہے نقصان ہوتا ہو۔ خسارہ ہوتا ہو لیکن دعا میں تو خسارے کا سوال ہی نہیں تو پھر اس میں کیوں کاہلی برتی جائے۔

طریق تحصیل

اپنی احتیاج اور اللہ تعالیٰ کی عنایات کو سوچے یوں سوچے کہ تیس بتیس سال (جتنی عمر بیت چکی) اب تک کبھی رزق کی کمی نہیں آئی۔ عیوب ظاہر نہیں فرمائے پردہ پوشی فرمائی تو کیا کل کو عطا نہیں فرمائیں گے ایسے اتنے بڑے مالک سے بدظنی! توبہ کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں بھی حلال کھلایا، حدیث شریف میں ہے کہ ہم سب کو حلال دیتے ہیں تم خود حرام کرتے ہو۔ دیکھئے! حق تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں منہ نہیں کھلنے دیا۔ کیونکہ منہ پاک جگہ ہے اور منہ ہی سے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آب گل سے اگر لاکھ بار منہ دھوؤں تب بھی اس قابل نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس سے بھی آگے بڑھ گئے کہ دعا مانگنے ہی سے منہ پاک ہوگا۔

درود شریف دعا بھی ہے اور استغفار بھی۔ یہ دعا آپ کس سے مانگ رہے ہیں اللھم صلی علی .... اور کس کے لئے مانگ رہے ہو۔ اللہ کے محبوب کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کو درود شریف اتنا پسند ہے کہ رد ہوتا ہی نہیں۔ اول آخر درود شریف پڑھنے سے دعائیں قبول ہو جاتی ہیں

باقی صـ۱۴ پر

افادات
حضرت مولانا عبدالرحیم
صاحب اشعر مد ظلہ

مسئلہ ختم نبوت

ضبط و ترتیب : علی اصغر چشتی صابری ایم اے ایل ایل بی

وفات مسیح پر قادیانی دلائل اور ان کا جواب

دلیل نمبر ۱

قادیانی وفات مسیح پر یہ آیت " یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ " پیش کرتے ہیں یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔

جواب :

انی مُتَوَفِّیْكَ میں صیغہ اسم فاعل ہے جو ہمیشہ استقبال کے لئے آتا ہے لہٰذا اس آیت سے وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اِنَّكَ مَیِّتٌ وَ اِنَّهُمْ مَیِّتُوْنَ اس سے موت کے وقوع کی اطلاع دی گئی ہے اور جیسا کہ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ۔ نیز " و " ہمیشہ ترتیب کے لئے نہیں آتی۔ جیسا کہ مرزا نے اپنی کتاب تریاق القلوب صفحہ ۱۴۴ میں لکھا ہے کہ یہ تو سچ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ حرف واؤ کے ساتھ ہمیشہ ترتیب کا لحاظ واجب ہے۔

نیز اِنّی مُتَوَفِّیْكَ میں بالتخصیص حتمی وفات نہیں ہے جیسا کہ مرزا نے انجام آتھم میں دوسرا معنے تسلیم کیا ہے۔ یعنی الاستیفاء، چنانچہ لکھتا ہے التوفی یؤخذ من الاستیفاء وفیہ اشارۃ الیٰ اخذ الشیء وافیا (انجام آتھم ص ۱۵۴ طرق)

جواب ۲ :

تفسیر فتح المنان میں نواب صدیق حسن خان جلد نمبر ۳ ص ۱۳۳ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں ، التوفی یستعمل فی اخذ الشیء وافیا ای کاملا یعنی توفی کا معنی پورا پورا لینا ہوتا ہے (بحوالہ عسل مصفی۔ جلد ۱ ص ۲۵۹)

جواب ۳ :

تفسیر صافی جلد ۱ زیر آیت فلما توفیتنی لکھا ہے التوفی اخذ الشیء وافیا وَالْمَوْتُ نَوْعٌ مِّنْهُ (بحوالہ عسل مصفی ص ۲۶۳ جلد ۱) نیز حاشیہ شیخ احمد صلوی مالکی علی الجلالین ص ۲۱۵ جلد ۱ زیر آیت فلما توفیتنی لکھتے ہیں یستعمل التوفی فی اخذ الشیء وافیا ای کاملا۔ والموت نوع منہ۔ (عسل مصفی ص ۲۶۳ ج ۱) تفسیر جامع البیان ص ۱۱۱ (التوفی اخذ الشیء وافیا) یعنی پورا پورا لینا (عسل مصفی ص ۲۶۳ جلد ۱

جواب ۴ :

مرزا قادیانی لکھتے ہیں " براہین احمدیہ کا وہ الہام جو سترہ برس سے شائع ہو چکا ہے جس کے معنی ہے تجھے ذلیل

اورلعنتی موتوں سے بچاؤں گا: ص ۲۰ حاشیہ سراج منیر ۲

مرزا لکھتا ہے یہ الہام حضرت عیسٰیؑ کو بطور تسلی ہوا تھا جب کہ یہود نا مسعود اپنی خفیہ تدبیروں سے حضرت مسیح علیہ السلام کو ذلیل موت سے مارنا چاہتے تھے تو اللہ تعالےٰ جو ہر تدبیر پر غالب آنے والے ہیں۔ اپنے سچے رسولؑ کو بطور تسلی فرمایا: اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ یعنی میں تجھے ذلیل اور لعنتی موت سے بچاؤں گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں پہلا وعدہ اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ کا تھا۔ ذلیل موتوں سے بچانے کا تھا اور دوسرا وعدہ رَافِعُکَ اِلَیَّ تھا جو باقرار مرزا غلام احمد، رفع بلا توقف ہونا تھا: (سراج الدین عیسائی کے سوالوں کا جواب ص ۲۱-۲۰) اور آئینہ کمالات ص ۴۲ پر بھی لکھا ہے۔ اب بموجب وعدہ اول میں تمہیں ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا، کے بعد دوسرا وعدہ بلا توقف تھا پورا ہونا چاہیئے۔ سو بموجب مذہب اہل اسلام حضرت عیسٰی علیہ السلام کو یہود سے بچانے کے بعد اپنی طرف اٹھا لیا۔ اس لئے ثابت ہوگیا کہ توفی کے بعد رفع جسمانی ہوا۔ یہی مقصد ہو سکتا ہے اور دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ بچانے کے بعد موت کا آیت میں کوئی ذکر ہی نہیں۔ اس لئے حیات جسمانی کے ساتھ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا رفع ثابت ہوگیا اور مرزائیوں کی مفروضہ ترتیب میں بھی کوئی فرق نہیں آیا۔ چونکہ وعدہ اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ کے پورا ہونے کے بعد کشمیر جانے اور ۸۷ سال رہنے کا کوئی ذکر نہیں (مسیح ہندوستان ص ۱۲)

مرزا نے لکھا ہے کہ ایک سو بیس برس کی عمر میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کشمیر کے محلہ خانیار میں وفات پا کر مدفون ہوئے۔ یہ بات قرآن میں کہیں نہیں۔ بلکہ قرآن میں متوفی کے بعد اپنی طرف اٹھانے کا ذکر ہے۔ لہٰذا مرزائیوں کا سارا تانا بانا درہم برہم ہوکر رفع جسمانی کا وعدہ بلا توقف پورا ہوگیا۔ وھو المقصود۔

نوٹ

بموجب اقرار مرزا غلام احمد کے جیساکہ ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ یہود کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا بطور تسلی کے ذلیل موت سے بچانے اور اپنی طرف اٹھانے کا وعدہ تھا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ واقعہ صلیب کے وقت خدا کی تدبیر خاص یہی تھی۔ کہ یہودیوں کو ان کی تدبیر میں خائب و خاسر کر کے اپنی تدبیر خاص سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بچا کر اپنی طرف لے جائے۔ جیساکہ فلما توفیتنی میں ذلیل موت سے بچانے کا وعدہ پورا ہوکر بلا توقف رفعہ اللہ میں اپنی طرف اٹھانے کا وعدہ پورا ہوا۔

وفات مسیح پر قادیانیوں کی دوسری دلیل

كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ۔ (المائدہ)

طرز استدلال: اس آیت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے دو زمانے بتائے ہیں۔ پہلا زمانہ اپنی قوم میں حاضری کا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ اور دوسرا زمانہ غیر حاضری کا كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ اور دونوں زمانوں کے درمیان حد فاصل تَوَفَّيْتَنِيْ ہے۔ گویا ان کی قوم سے غیر حاضری ہے۔ جس کی وجہ تَوَفَّيْتَنِيْ ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی قوم میں حاضر ہیں یا غیر حاضر۔ چونکہ وہ غیر حاضر ہیں لہٰذا اُن کی توفی ہوچکی ہے۔

جواب:

مرزائیوں کو مَا دُمْتُ فِيْهِمْ میں وہ زمانہ تسلیم ہے جس میں حضرت مسیح ان میں موجود تھے اور دوسرا زمانہ اپنی قوم سے غیر حاضری کا ہے۔ جو کنت انت الرقیب علیہم سے مرزائیوں نے سمجھا ہے۔ اور توفیتنی کو حد فاصل تصور کیا ہے اور چونکہ مرزا نے متوفیک کا معنی ذلیل موتوں سے بچانا تسلیم کیا ہے اور دوسرا وعدہ رافعک الی کا جو بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ سے پورا ہوا۔ تو اس صورت یہود کی تدبیر سوء سے بچانے کے بعد اب اپنی طرف اٹھانے

باقی صفحہ ۱۹ پر

WEEKLY **Khatme-Nubbuwat** KARACHI
نواح ۱۹۶۱ء Registered S. No. 3220

ایک نگاہِ ناز سے حیراں ہوں مجھ کو کیا ہوا؟
بے خودی میں بے بس و نالاں ہوں مجھ کو کیا ہوا؟

اب چمن میں کیوں رہیں ہم جب نہ ہو گُل کی ادا
ہم سفیرو! دیکھ لو گریاں ہوں مجھ کو کیا ہوا؟

اے مجھے سمجھانے والے میری بھی سُن تو ذرا
مبتلائے آتشِ ہجراں ہوں مجھ کو کیا ہوا؟

کاش امیدِ وصل میں عمر میری کٹ گئی
اب شکارِ یاس اور حرماں ہوں مجھ کو کیا ہوا؟

سر میرا یوں خم رہے گا آپ ہی کے سامنے
دیکھیے آئینۂ جاناں ہوں مجھ کو کیا ہوا؟

تیری محفل گرم ہو آباد ہو تابندہ ہو
چند لمحوں کے لیے مہماں ہوں مجھ کو کیا ہوا؟

شب کی تاریکی میں تنہا چل پڑا بے اختیار
چشتیؔ بے سر ہوں بے ساماں ہوں مجھ کو کیا ہوا؟

علی اصغر چشتی